Journal of Urdu Literature and Indigenous Languages(Julil)
www.julil.org
editor@julil.org
Volume 4, Issue 2, (July to December 2025)
ISSN Online: 3005-978X
ISSN Print: 3005-9771

فنِ ترجمہ کی اہمیت اور اس کے عصری تقاضوں کا جائزہ

The Significance of the Art of Translation and an Examination of Its Contemporary Demands

ڈاکٹر شعیبہ معید

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

Dr. Shoaba Moeed
Assistant Professor, Department of Urdu Language and Literature, University of Sargodha, Sargodha

Abstract:
Translation is the art of accurately and effectively conveying the ideas of one language into another. It plays a vital role in connecting nations, sharing knowledge and literature, transferring religious and scientific information, and building international relations. Translating the text from one language to another is an art. It is not so simple as it is normally considered. It's a very technical approach which requires deep bilingual literal, cultural and developmental study. While transforming one language into the desired one, the translator must have a valid knowledge of both languages. To get awareness from the literature of other languages, as Persian, English, Arabic, French or any other language of the world, we need translation in our native language. It also helps us in exchange multi lingual literature which is being created all over the world. Hence, translation has a great importance to in awareness and perm ligation different literatures.
Keywords: Translation, language,bilingual, literature, desired language, exchange of literatures, all over the world

انسان کے اندر کھوج کا مادہ اس کو نئی چیزوں کی تلاش پر مجبور کیے رکھتا ہے۔ ہر عہد میں انسان اپنی اس جبلت کی وجہ سے چیزوں کو کرید تا چلا آیا ہے۔ علم وادب کی دنیا میں بھی ہر عہد میں انسان اپنے علوم وفنون سے ہٹ کر دوسرے عہد، علاقے اور سماج کے لوگوں کی تہذیب وتمدن علم و دانش، تاریخ، مذہب الغرض ہر طرح سے دوسرے انسانوں کے علمی ذخائر کی کھوج میں رہا ہے۔ علمی ذخائر کی کھوج اور دریافت اتنی اہم نہیں جتنا کہ اس خزانے کی سمجھ بوجھ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ ہر عہد اور خطے کے لوگوں کی اپنی الگ زبان ہوتی ہے۔ جس میں وہ اپنا علمی وادبی ورثہ چھوڑتے ہیں ۔ اب دوسری زبان میں موجود کسی انسانی گروہ کے افکار و نظریات، ان کے علم وفن اور ان کی ترجیحات کے ساتھ ساتھ ان کے تقریباً تمام علمی وادبی سرمائے کو بجھنے کے لیے اس زبان کی سمجھ اولین اہمیت رکھتی ہے۔ جس میں وہ مواد تحریری یا تقریری صورت میں موجود ہوتا ہے۔ یا اس کو کسی ایسی زبان میں تبدیل کیا جاتا ہے جس سے انسان واقف ہوتا ہے۔ اس ذخیرے کو پہلے سے موجود زبان سے کسی دوسری زبان میں تبدیل کرنے کا عمل ترجمہ ہو گا۔ ترجمہ کا لفظ بنیادی طور پر عربی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ فارسی اور بعد میں اردو زبان میں یہ عربی زبان میں در آیا۔ ترجمہ لفظ کے ماخذ کے حوالہ سے بشیر احمد ناظم آباد مضمون میں کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"ترجمہ باب تفعلہ سے عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "ر۔ج۔م" ہے رحم سے تملمان کے وزن پر ترجمان بنا ہے۔ جس کا مطلب ہے ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے والا"۔(۱)

فارسی زبان کا حصہ اور اردو زبان کی تشکیل میں اس کا کردار اظہر من الشمس ہے۔ فارسی زبان میں بھی ترجمہ کے مفاہیم معنی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقلی محدود ہیں۔ فارسی کی معروف لغت فرہنگ آنند راج میں لفظ ترجمہ کا مفہوم کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

"لغتی را بلغت دیگر آوردن "۔(۲)

یعنی اس کا مفہوم بھی یہ ہی ہوا کہ ایک زبان کی لغت کو دوسری زبان میں منتقل کرنا۔ فرہنگ آصفیہ میں لفظ ترجمہ کی وضاحت کچھ ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کیا ہو"۔(۳)

فیروز اللغات اور نور اللغات میں بھی یہی بیان لفظ ترجمہ کے بارے میں درج ہے۔ ڈاکٹر عبد الوحید انسائیکلو پیڈیا میں ترجمہ کے حوالہ سے کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"ترجمہ ایک زبان کو دوسری زبان کے قالب میں ڈھالنا یا ایک زبان سے مفہوم کو لفظاً معناً دوسری زبان کے مفہوم میں منتقل کرنا"۔(۳)

انگریزی زبان میں اس کے لیے ٹرانسلیشن (Translation) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں بھی ترجمہ کے بارے میں اردو کے قائم کردہ مفاہیم کے نزدیک نزدیک بات کی گئی ہے۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری ترجمے کے حوالہ سے کچھ یوں بیان کرتی ہے:

"The action or Process of turning from one language in to another(۵)"

اس سے ملتا جلتا مفہوم ہی ترجمہ کے حق میں انسائیکلو پیڈیا امریکا کی کہی گئی تعریف کا بھی ہے۔ اس میں لکھا ہے:

"The art of rendering a work of one language into another(۶)"

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو ترجمہ میں دونوں زبانوں کی اہمیت یکساں طور پر درجہ اول رکھتی ہے۔ ایک جس میں ترجمہ ہو رہا ہے اور دوسری جس سے ترجمہ ہو رہا ہے۔ ترجمہ نگاری کا عمل علم اور فن ہر دو اعتبار سے خاص مقام و مرتبہ رکھتا ہے۔ ترجمہ کاری کا عمل ضرور ایک فن ہے۔ لیکن اس فن کے پیچھے بھی ایک پورا علمی پس منظر موجود ہے۔ اردو میں فن ترجمہ کے مفہوم اور اس کی وضاحت کے لیے صاحب علم و فن نے اپنے اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔ فن ترجمہ کے حوالہ سے ہم یہاں چند اردو زبان وادب سے تعلق رکھنے والے اہل دانش کی آراء کو پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ مرزا حامد بیگ کے مطابق:

"میرے خیال میں ترجمہ، ایک زبان میں پیش کردہ حقائق کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے۔ کسی تحریر، تصنیف یا تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ترجمہ کہلاتا ہے"۔(۷)

ڈاکٹر عطش درانی کے نزدیک:

"جہاں تک ترجمے کی تعریف کا تعلق ہے۔ اسے ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ ترجمہ کسی زبان پر کیے گئے ایسے عمل کا نام ہے۔ جس میں کسی اور زبان کے متن کی جگہ دوسری زبان کا متبادل متن پیش کیا جائے"۔(۸)

حسن الدین احمد کے خیال میں:

"جس طرح جذبات، احساسات، خواہشات اور تجربوں کا اظہار کسی ایک زبان میں بول چال، تقریر یا تحریر کے ذریعے ہوتا ہے۔ اسی طرح اس اظہار کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت بھی پیش آنے لگی۔ اس منتقلی کا نام ترجمہ ہے۔ گویا ترجمہ راست اظہار نہیں ہوتا بلکہ اصل اظہار کا عکس ہوتا ہے"۔(۹)

اس بارے میں ڈاکٹر فاخرہ نورین کا نکتہ نظر کچھ یہ ہے:

"ترجمہ محض اصل مصنف اور متن سے وفاداری اور ہم پلہ الفاظ کی فراہمی نہیں بلکہ ترجمہ متون کی اہمیت، جدت اور تنوع میں ان کے کردار کا از سر نو جائزہ بھی ہے۔"(۱۰)

ترجمہ کی ذیل میں یہ بات کہ ایک زبان میں موجود مواد کو وتحریری یا تقریری کسی شکل میں بھی ہو اس کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ہے۔ ایک حد تک یہ سلیس اور عام فہم سا بیان اپنے اندر وجودی طاقت ضرور رکھتا ہے لیکن اس سے بہت سے سوالات نے جنم لیا ہے۔ مثلاً کیا صرف لفظ کے مبادلات اور مترادفات کو تلاش کر کے لکھ دینا ہی ترجمہ کے لیے کافی ہے؟ کیا دونوں زبانوں کے ثقافتی پس منظر اور پھر ان دونوں زبانوں کی صرف و نحو کا خیال رکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا؟ کیا ان زبانوں میں الفاظ کی مناسب جگہ کا خیال اور جملے کی ہیت کوئی اہمیت نہیں رکھتی؟ مصنف کا اسلوب یا سبک الفاظ کی تنظیم میں آڑے تو نہیں آئے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ زبان کا ثقافتی تہذیبیں اسلوبیاتی اور رتاریخی حوالہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ترجمہ کے بارے میں اب تک پیش کیے گئے نظریات اور تعریفیں کوئی ایک مکمل سانچہ مہیا نہیں کر سکے کہ جس قالب میں خاص مقرر کردہ اصول وضوابط کے پیش نظر ہم تحریر کو ڈھالنے کی سعی کریں تو وہ ہمیں اپنی انفرادیت دکھائے۔

یہاں پر سب فن ترجمہ پر لکھنے والوں کی آراء کو پیش کرنا ممکن نہیں بلکہ مناسب بھی نہیں ہے۔ بحیثیت مجموعی ہمارا المیہ ہے کہ ہم ادب کے حوالہ سے کسی ایک میدان میں وہ زمانی ہو یا مکانی بنگری ہو یا فتی نثر ہو یا نظم صنف ہو یا اصناف کا مجموعہ کسی کی بھی حدود مقرر کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ جو اصول اور قاعدے ہم کو دوسرے ادب نے دیئے ہم ابھی تک اس پر اکتفا کیے بیٹھے ہیں اگر کسی نے آواز بلند بھی کی تو صاحبِ طاقت نے اس کو دبا دیا یا سرے سے اس کا گلہ ہی گھونٹ دیا۔ جس کی وجہ سے ہمارا ادب تخلیق ہونے سے رُکا تو نہیں، البتہ ناقابل تلافی نقصان سے بچا بھی نہیں۔ اپنی تنگ نظری اور ذاتی تعصبات کی بنا پر ہم نے یہ جرم ترجمہ کی صنف کے ساتھ بھی کیا ہے۔ اس سلوک ناروا اور کاہلی نے آج اس صنف کا میدان ہماری آنے والی نسل کے لیے گنجلک بنا دیا ہے۔ تہذیبوں کو قریب کرنا زبانوں کا احیاء اور بقاء بین الاقوامی اور قومی روابط وغیرہ تو ترجمہ کی اہمیت اور افادیت کو ضرور ظاہر کرتے ہیں لیکن ترجمہ کیا ہے کا جواب نہیں ہے۔

محض محاورات، ضرب الامثال اور تشبیہات کی تبدیلی بھی ترجمہ نہیں۔ ترجمہ کی ضرورت، اہمیت اور افادیت، مترجم کے فرائض اور اوصاف، ترجمہ کی مبادیات الگ موضوعات ہیں۔ فن ترجمہ کے حوالہ سے بس اتنا کافی ہو گا کہ کسی بھی زبان (چاہے تحریر میں ہو، تقریر میں ہو یا اشاروں اور کنایوں میں) کے مواد کو کسی بھی دوسری زبان میں اس انداز سے پیش کرنا کہ ابلاغ مکمل ہو جائے۔ کوئی بھی مترجم کسی زبان کے مواد کو کسی دوسری زبان میں ترجمہ کر کے پیش کرتا ہے تو اس میں بنیادی اور مرکزی چیز ابلاغ ہی ہے۔ اگر ابلاغ مکمل ہو گیا تو مترجم کا مقصد پورا ہو گیا۔ باقی اب سب کچھ اظہار کے ذرائع ہیں۔ حسن الدین احمد بھی اصل متن کے خیال اور مفہوم کی مناسب ادائیگی کو ترجمہ کا بنیادی مقصد قرار دیتے ہیں۔ فرد واحد سے لے کر ملک، قوم اور معاشرے تک سب کے لیے ایک خاص دائرے میں ترجمے کی ضرورت و اہمیت یکساں اور مسلم ہے۔ کوئی معاشرہ انسانی یا اس کا علم و ادب ترجمہ کی اہمیت سے منحرف نہیں ہو سکتا مختلف زبانوں، علاقوں، تہذیبوں وغیرہ سے وابستہ لوگوں میں شناسائی کے اہم ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ ترجمہ بھی ہے۔ ترجمہ صرف سرسری واقفیت نہیں کرواتا بلکہ ایک دوسرے کے نظریات، احساسات اور جذبات سے لے کر اخلاقیات، تمدن اور اندازِ فکر تک سے پردہ کشائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ ترجمہ نامحرم و محرم بنا دیتا ہے۔ ترجمہ حجابات کو اٹھاتا ہے۔ ترجمہ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے خالد اقبال کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"اقوامِ عالم کے ادب، ان کی فکر، نظریات اور خیالات کو سمجھنے کا وسیلہ ترجمہ ہی ہے۔
ترجمے کی اہمیت اور وسعت آفاق جیسی ہے جو انسانی سوچ کے دریچوں کو مزید کشادگی
عطا کرتی ہے۔ قومی بصیرت اور شناخت کو نمایاں کرتی ہے"۔(۱۱)

ترجمہ کی بدولت ہی ہم آج زمانی اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر عالم رنگ و بو کے بڑے بڑے لکھاریوں کی تحریروں سے آگاہ ہوئے ہیں۔ افلاطون اور ارسطو سے لے کر شیکسپیئر، کانٹ اور ٹیگور تک، سعدی شیرازی، رومی سے لے کر اقبال تک کو سمجھنے کے لیے ہمیں تراجم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دنیا کے ادب عالیہ سے واقفیت ترجمے ہی کی مرہونِ منت ہے۔ سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیا کی مسافتوں کو کم کرنے میں ترجمے کا بھی اہم کردار ہے۔ ترجمہ کے ذریعے دنیا کے کسی بھی خطے کے لوگوں کے مزاج، روایات، اقدار، ادب، معاشرت، زبان، قانون وغیرہ سے آگہی حاصل ہو جاتی ہے۔ عالمی سطح پر جو مشترک علم و ادب کا تصور قائم ہے، اس مشترک دولت کی حفاظت و بقا میں ترجمے کا بنیادی اور درجہ اول کا کردار ہے۔

ترجمہ کی یا افادیت اور ضرورت عالمی سطح سے لے کر ملکی اور علاقائی سطح ایک یکساں اہمیت کی حامل ہے۔ عالمی سطح پر ترجمہ جہاں مختلف ممالک کی آپس کی وسعتوں کو سمیٹتا اور مسافتوں کو ختم کرتا نظر آتا ہے وہاں پر ملکی اور علاقائی میدان میں بھی اس کی خدمات قابل بیان ہیں۔ ترجمہ جہاں دو ملکوں سے لے کر دو براعظموں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے علم و ادب سے آگاہ کرتا دکھائی دیتا ہے وہاں ایک ہی ملک اور علاقے کے رہنے والے لوگوں کے علم و ادب کی دوریوں اور خلاؤں کو پُر کرتا ہوا نمودار ہوتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں ہی دیکھا جائے تو گلگت بلتستان کے رہنے والوں کی بلتی زبان جو چینی زبان کے بہت قریب ہے۔ ترجمے کے ذریعے پنجاب کے رہنے والے بلتی سے نابلد فرد کے لیے بلتی زبان کے علم و ادب کی مسافت ختم ہو جاتی ہے۔ صرف جغرافیائی سطح پر ہی نہیں بلکہ ترجمہ زمانوں کی مسافتوں کو بھی ختم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں جب فارسی زبان کا ہندوستان میں زمانہ عروج تھا تو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو نے اپنے عارفانہ نظریات کو فارسی زبان میں ہی قلم بند فرمایا لیکن آج تقریباً ۴۰۰ سال گزرنے کے بعد اس علاقہ بلکہ اس خاندان اور شہر سے تعلق رکھنے والے لوگ ان کی ان تعلیمات سے نابلد دکھائی دیتے ہیں

لیکن ان کتب کے تراجم نے وہ چار سو سال کی مسافت کو ختم کر دیا ہے۔ ایک ترجمہ ہی ہے جس کے ذریعے ہم آج ان کی فارسی زبان کی تعلیمات کو پڑھ کر سلطان العارفین کے فیض سے مستفید ہو رہے ہیں۔

صرف حضرت سلطان باھو ہی نہیں بلکہ علم و فضل کے سینکڑوں شناوروں کے افکار و نظریات کو ہم تک پہنچانے میں ترجمے کا اہم کردار ہے۔ علاقائی سطح پر ترجمے کے ذریعے مختلف زبانوں کے ادب کو فنی حوالہ سے بھی سہولت ملی ہے۔ صوفیاء کے کلام اور ان کی استعمال شدہ اصناف سے ہمارے ادب نے روحانی آسودگی کے ساتھ ساتھ ادبی سطح پر ہیئتی لحاظ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ کا ہی مرہون منت ہے کہ شاہ لطیف بھٹائی میاں محمد بخش، بلھے شاہ، وارث شاہ، بابا فرید گنج شکر، خوشحال خان خٹک، مست توکلی اور رحمٰن بابا وغیرہ کے کلام کو فکری اور فنی ہر دو حوالوں سے ہم نے جانا ہے۔ یہاں تک ہی نہیں تقریباً دنیا کے تمام مذاہب کا بنیادی لٹریچر آج متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ خود ہمارے اپنے مذہب اسلام کا تمام تر سرمایہ بالخصوص عربی زبان ہیں اور کسی حد تک فارسی زبان میں موجود ہے۔ آج ترجمے کی بدولت ہی ہم اپنے مذہبی نصاب سے جڑے ہوئے ہیں۔ نظریات فکریات، تصورات سے ہٹ کر دوسری طرف ترجمہ دو زبانوں (Target Language / Source Language) کے ذخیرہ الفاظ کا تبادلہ ہوتا ہے۔ محاورات، ضرب المثال تشبیہات وغیرہ میں مناسبت اور ہم آہنگی بھی پیدا ہوتی ہے۔ ترجمہ کی لسانی اہمیت کے حوالہ سے حسن الدین احمد لکھتے ہیں:

> "زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے جو خلیج پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرنے کے لیے ترجمہ کا سہارا ناگزیر ہے۔ خواہ یہ سہارا ناقص ہی کیوں نہ ہو۔ ترجمے ایک زبان کو دوسری زبان سے اور ایک زمانہ کو دوسرے زمانے سے ملاتے ہیں اور علم و آگہی کے تسلسل کو باقی رکھتے ہیں"(۱۲)

زبانوں کی آپس میں مسافت کے ختم ہونے کا سب سے اہم فائدہ زبان کو یہ ہوتا ہے کہ وہ ترقی کرتی ہے۔ اسکا ذخیرہ الفاظ بالترتیب وسیع ہوتا جاتا ہے۔ بالخصوص یہ معاملہ اردو زبان میں تو باقی زبانوں سے زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ انگریزی زبان سے واقفیت اور تراجم نے آج ریلوے اسٹیشن، گلاس، جگ لیکچر تھیسسز فلم، کار، بس کمپیوٹر وغیرہ جیسے لا تعداد الفاظ اردو زبان کو دیئے۔ جن کے مترادفات ابھی تک اردو زبان میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ ہی معاملہ انگریزی اور پنجابی کا بھی ہے۔ ترجمے کے ذریعے زبانوں کی ترقی اظہر من الشمس ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد کے نزدیک:

> "اپنی قومی زبان کی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے گلوبل علم سے واقفیت حاصل کرنے اور جدید ٹیکنالوجی کا ساتھ دینے کے لیے ترجمہ ایک بنیادی ضرورت ہے"۔(۱۳)

ڈاکٹر رشید امجد کی بات سے انکار کسی صورت نہیں کیا جاسکتا۔ تراجم کی ضرورت آج اس ٹیکنالوجی کے عہد میں پہلے سے بھی دوگنی ہوگئی ہے۔ آج ہر کوئی جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کر رہا ہے۔ اس کے استعمال کے لیے اس کے بارے معلومات بھی ضروری ہیں اور معلومات دوسری زبانوں میں ہونے کی وجہ سے ترجمہ کے ذریعے ہی ہم ایک پہنچ سکتی ہیں تراجم کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حسن الدین احمد کہتے ہیں:

"ترجمہ کے بغیر آج کوئی بھی زبان ترقی یافتہ نہیں کہلا سکتی کیونکہ وہ ترجمہ ہی ہے جس کے ذریعے کوئی زبان نئے الفاظ، اصطلاحات، محاوروں اور کہاوتوں کو اپنے دامن میں سمیٹتی ہے"۔(۱۴)

لسانی اہمیت کے ساتھ ساتھ زبان و ادب سے ہٹ کر دوسرے علوم و فنون کے لیے بھی ترجمہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ طب، سائنس، فلسفہ، معاشیات، مبادیات، قانون الغرض ہر شعبہ زندگی سے متعلق علوم میں ترجمہ کی اہمیت اور افادیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ترجمہ کے ذریعے ہی آج یونانی طب سے استفادہ ہو رہا ہے۔ ترجمہ نے ہی جدید ٹیکنالوجی سے آگاہی کا سامان مہیا کیا ہے۔ ترجمہ کی بدولت ہی ہم دوسرے ممالک کے نظام معیشت سے روشناس ہوئے ہیں۔ واحد ذریعہ ترجمہ ہی تو ہے جس نے انگلش قانون سے ہم کو آشنائی بخشی اور اس کے ساتھ ہماری ہم آہنگی کا سبب بنا۔ زمان و مکان کی طرح علم کی سطح پر بھی ترجمہ کی قید کا پابند ہیں بلکہ اس کا دائرہ کار آفاقی ہوئے کے ساتھ ساتھ بحر بیکراں کی مانند ہے۔ ترجمہ کے اس آفاقی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فاخرہ نورین نے لکھا ہے:

"ترجمہ محض ادب سے تعلق رکھنے والی سرگرمی ہی نہیں بلکہ اس کا دائرہ تمام انسانی علوم اور دریافتوں تک پھیلا ہوا ہے"۔(۱۵)

ترجمہ فقط افکار و نظریات کی لفظی تبدیلیوں کا نام نہیں بلکہ دو تہذیبوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ تہذیبوں کے پھیلاؤ اور حدود کی وسعت میں تراجم بہت زیادہ حد تک سودمند ثابت ہوتے ہیں۔ ترجمہ ایک تہذیب کو دوسری تہذیب کی حدود اور اس کے لوازمات سے آگاہی بخشتا ہے۔ مذہب سے لے کر معاشرت تک، ادب سے لے کر دوسرے فنون لطیفہ تک ترجمہ دو تہذیبوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنتا ہے۔ انیس ناگی نے ترجمے کو ایک تہذیب کو دوسری تہذیب کی جانب کھینچ لانے کا عمل کہا ہے۔ انھی تراجم کے ذریعے تہذیبیں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور بعض اوقات تو ایک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہیں۔ عرب و عجم مشرق و مغرب، یونان اور روما کے تہذیبی فاصلوں کو ختم کرنے میں ترجمے ہی کی کارفرمائی ہے۔ ترجمہ نگاری کی تہذیبی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے جیلانی کامران نے لکھا ہے:

"ترجمہ اصل میں دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے مابین پل کا کام دیتا ہے"۔(۱۲)

ثقافتی سطح پر ترجمہ کے بارے انیس ناگی کی رائے کچھ یوں ہے:

"ثقافتی سطح پر ترجمہ دو مختلف تہذیبوں کے مخصوص رویوں کے روبرد ہونے کا عمل ہے"۔(۱۷)

مجموعی طور پر لسانی، اسلوبیاتی، تہذیبی، ثقافتی، معاشرتی، مذہبی، سیاسی المختصر ہر شعبہ زندگی میں ترجمہ کی اہمیت اور افادیت آفاقی ہے۔ اگر ہم اردو زبان کے حوالہ سے انفرادی طور پر ترجمہ کی ضرورت اور اہمیت و افادیت کا احاطہ کریں تو اردو زبان کی ابتدا ہی تراجم کے زیر سایہ نظر آتی ہے۔ اردو زبان کی ابتدا اس کی تشکیل وارتقاء میں تراجم کا کردار لاینفک ہے۔ اردو چونکہ مختلف زبانوں کا مکسچر ہے اور اس میں ہر زبان نے اپنی قربت کی بنا پر لسانی اور اسلوبیاتی سطح پر ہر دو حوالوں سے اپنا حصہ ڈالا ہے۔ اردو زبان کا تشکیل وارتقاء تراجم کا ہی مرہون منت ہے۔ کبری پروین اس حوالہ سے کچھ یوں کہتی ہیں:

"ترجمہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اردو زبان باقاعدہ اپنی شکل میں ترجموں کی بدولت ظاہر ہوئی ۔ عربی ، فارسی سنسکرت اور انگریزی کے علاوہ بھاشاؤں کے ترجمے نے اردو زبان کی تعمیر اور ترتیب میں نہایت اہم کردار ادا کیا"۔

(۱۸)

اس کے ساتھ ساتھ اسلوبیاتی سطح پر بھی تراجم کا کردار غیر معمولی ہے ۔ باغ و بہار جیسے ترجمے نے اردو زبان کو اک نیا اسلوب فراہم کیا۔ جو سادہ سلیس اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ خالص دہلوی سبک سے تعلق رکھتا ہے۔ اردو زبان میں تراجم کا کردار محض زبان تک ہی محدود نہیں بلکہ اردو زبان کا ادبی سرمایہ بھی تراجم کا مقروض ہے۔ شعر اور نثر دونوں سطحوں پر مختلف اصناف تراجم کے ذریعے سے ہی اردو میں در آئیں۔ ابتداء میں صوفیانہ ادب اور رسائل کے تراجم نے اردو کے ادبی ورثہ کے آغاز میں اہم کردار ادا کیا۔ اس نوزائیدہ زبان کو نظم و نثر دونوں حوالوں سے تراجم نے نئ اصناف عنایت فرمائی مثالی فاری زبان نے غزل، قصیدہ، داستان وغیرہ جیسی اصناف اردو کو میں جبکہ بعد میں انگریزی زبان سے تراجم کے ذریعے اردو میں ڈراما، ناول، افسانہ انشائیہ کے علاوہ آزاد نظم، سائینٹ وغیرہ کو مقبولیت ملی۔ جاپانی زبان کے تراجم سے اردو ادب میں ہائیکو جیسی صنف نے اپنے قدم جمائے۔ اردو ادب میں اصناف کے حوالہ سے تراجم کی اہمیت عارفہ اقبال نے کچھ بیان کی:

"اردو ادب میں داستان اور تمثیل کی جگہ ناول راس اور نوشکی کی جگہ ڈراما کہانی کی جگہ افسانہ اور تذکرہ کی بجائے تنقید جیسی جدید اصناف تراجم ہی کی دین ہیں"۔(۱۹)

صرف ماضی ہی نہیں بلکہ آج بھی ہماری زبان دوسری زبانوں کے ادب عالیہ کے تراجم کے ذریعے زور بروز ترقی کر رہی ہے ۔ اردو کا ذخیرہ الفاظ تراجم کے ذریعے بہت وسعت اختیار کر رہا ہے۔ لیکن ایک المیہ یہ ہے کہ یہ تراجم ہم کو نئے الفاظ دے رہے ہیں نئ نئ سائنسی، فلسفیانہ طبی سماجی اور ریاضیاتی وغیرہ علوم سے متعلق اصطلاحات سے متعارف تو کروا رہے ہیں۔ لیکن اہل اردو زبان کی بے حسی نے اپنی زبان میں ان الفاظ اور اصطلاحات کے مترادفات کی تعداد نہ ہونے کے برابر فراہم کی ہے لیکن اس امر میں تراجم کے بجائے ہم اہل اردو زبان زائد قصوروار ہیں۔ ترجمہ سے دوسری زبانوں کے علم و ادب کی تحریکوں اور رجحانات کا علم بھی ہوتا ہے جن کی آمد سے اپنی زبان کا ادب ترقی بھی کرتا ہے اور اپنے عہد کے عالمی ادبی منظرنامے اور اس کے مختلف تناظرات اور رجحانات کے ساتھ بھی ہم قدم ہوتا ہے۔ اس پہلو کے لیے بلاواسطہ طور پر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی "پیام مشرق" کی یہ تحریر کارآمد ثابت ہوگی۔ اقبال تراجم کی اہمیت کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں:

"۱۸۱۲ میں فارن ہیکر نے خواجہ حافظ کے دیوان کا پورا ترجمہ شائع کیا تو اس ترجمے کی اشاعت سے جرمن ادبیات میں مشرقی تحریک کا آغاز ہوا فارن ہیمر کا یہ ترجمہ گوئٹے کی تحریروں کے لیے محرک ہی نہیں اس کی عجیب و غریب تمثیلات کا ماخذ بھی تھا"۔

(۲۰)

تراجم کی اہمیت اور افادیت کے ساتھ ساتھ ہر لحہ ان کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تراجم کی مجموعی اہمیت کے حوالہ سے ڈاکٹر فاخرہ نورین کا تجزیہ یوں ہے:

"ترجمہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے گویا پانی کی رواں لہر ہے۔ جس وقت کسی زبان وادب میں
تخلیق کا عمل رک جائے یا اس کے بہاؤ میں روانی نہ رہے اسوقت ترجمہ تخلیقی اسالیب اور
انار کا تازہ پانی لے کر آتا ہے۔ سیارب کی کائی زدگی اور فرسودگی کو بدمی افکار سے
دھوڈالتا ہے"۔(۲۱)

اس کے علاوہ ترجمہ ماضی اور مستقبل میں رابطے کا ایک مؤثر ذریعہ بنتا ہے۔ اس سے زبان وادب کو نئی زندگی ملتی ہے۔ ادبی اور غیر ادبی ہر دو طرح کے سرمائے میں اضافہ ہوتا ہے۔ اپنی زبان کی تخلیقات کا بین الاقوامی سطح پر تعارف ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ترجمہ زبان وادب کے روشن مستقبل کی ضمانت بھی ہوتا ہے۔ ترجمہ مذہب کی تعلیمات کے فروغ کا موثر ذریعہ ہے۔ ترجمہ کے ذریعے قومی وملی اتحاد قائم ہوتا ہے اور جدید علوم کا تعارف ہوتا ہے۔ ماضی کے ادب کی پردہ کشائی، تنگ نظری اور حسد سے اجتناب اور احساس ذمہ داری جیسی خصوصیات ترجمہ کی ہی مرہون منت ہیں۔ ترجمہ کو اگر خلیق کے ہم پلہ قرار نہ بھی دیا جائے پھر بھی ترجمہ زبانوں کے ادبی اور لسانی خلا کو پر کرنے اور ان کے زخموں کی مرہم کرنے کا اہم ذریعہ ہے جو ان کے بدقسمتی کے ایام میں رونما ہوتے ہیں۔ انسان کے روحانی احساسات وجذبات سے لیکر مادیت کا بھری بر کم پہیہ چلانے میں ان تراجم کا کردار کسی مرشد سے کم نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ بشیر احمد ناظم، (تراجم)، (مشمولہ)، پنجابی زبان وادب کی مختصر تاریخ، از ڈاکٹر انعام الحق جاوید، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۷ء، ص:۴۲۱

۲۔ محمد بادشاہ، مولف فرہنگ آنند راج، جلد دوئم، تہران، کتاب خانہ خیام، ۱۳۳۶، خورشید، ص ۱۰۶۸

۳۔ سید احمد دہلوی، مولف فرہنگ آصفیہ، جلد اول، لاہور، مکتبہ حسن سہیل لیمیٹڈ ۱۹۷۴، ص ۴۱

۴۔ ڈاکٹر عبدالوحید، مولف اُردو انسائیکلوپیڈیا، لاہور، فیروز سنز ۱۹۶۲ء، ص ۴۵۴

5. The Oxford English Dictionary vol-II, by Johnson, Britain University Press Oxford, 1933, P-226
6. Encyclopedia Americana, Vol-27,1829, P-12

۷۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸، ص:۵

۸۔ ڈاکٹر عطش درانی، فن ترجمہ: اصول ومبادی (ترجمے کے تکنیکی اصولوں کا بیان) مشمولہ: "منتخبات اخبار"، اُردو مرتبہ ڈاکٹر معین الدین عقیل، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۵، ص:۳-۴

۹۔ حسن الدین احمد، فن ترجمہ: مشمولہ فن ترجمہ کاری، مرتبہ صفدر رشید، اسلام آباد، پورب اکامی، ۲۰۱۵، ص:۷۴

۱۰۔ ڈاکٹر فاخرہ نورین، ترجمہ کاری، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اردو، ۲۰۱۴، ص:۱۶

۱۱۔ خالد اقبال، ترجمہ اصول ومبادیات (تحقیقی مطالعہ) ملتان، جھوک پبلشرز ۲۰۱۳، ص:۱۳

۱۲۔ حسن الدین احمد، فن ترجمہ، مشمول فن ترجمہ کاری، مرتبہ صفدر رشید اسلام آباد، پورب اکامی، ۲۰۱۵، ص:۷۸-۷۹

۱۳۔ ڈاکٹر رشید امجد، ترجمہ کا فن، مشمولہ رویے اور شناختیں، لاہور مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸، ص:۲۳

۱۴۔ حسن الدین احمد، فن ترجمہ، مشمولہ: فن ترجمہ کاری، مرتبہ صفدر رشید، اسلام آباد، پورب کامی ۲۰۱۵، ص:۷۹

۱۵۔ ڈاکٹر فاخرہ نورین، ترجمہ کاری، اسلام آباد ادارہ تحقیقات اُردو، ۲۰۱۳، ص:۱۸

۱۶۔ پروفیسر جیلانی کامران، ترجمہ روایت اور فن، ص:۲۳

۱۷۔ انیس ناگی، ترجمے کی ضرورت، مشمولہ ترجمہ روایت اور فن، ص:۳۰

۱۸۔ کبریٰ پروین، مقالہ برائے ایم فل اردو، غلام عباس کے افسانوں کے انگریزی تراجم تحقیقی تنقیدی مطالعہ، نگران ڈاکٹر افتخار بیگ، اسلام آباد شعبہ اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسی ۲۰۱۴، ص:۴

۱۹۔ عارفہ اقبال، مقالہ برائے ایم فل اردو، کلام فیض کے انگریزی ترجمہ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، نگران ڈاکٹر محمد خالق نوری، اسلام آباد، شعبہ اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء، ص:۵

۲۰۔ ڈاکٹر محمد اقبال، دیباچہ پیام مشرق، کلیات اقبال (فارسی) جلد اول، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیوٹ لمیٹڈ، ص ۱۹۹۲ء، ص:۳۸۲

۲۱۔ ڈاکٹر فاخرہ نورین، ترجمہ کاری، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اُردو، ۲۰۱۴، ص:۱۱۷

References in Roman Script:

1. Bashir Ahmad Nazim, "Tarajim," Mashmoola: Punjabi Zaban-o-Adab ki Mukhtasar Tareekh, az Dr. Inam-ul-Haq Javed, Islamabad, Muqtadra Qaumi Zaban, 1997, P. 421
2. Muhammad Badshah, Mu'allif Farhang Anand Raj, Jild Duwum, Tehran, Kitab Khana Khayyam, 1336 Khursheed, P. 1068
3. Syed Ahmad Dehlvi, Mu'allif Farhang Aasifiya, Jild Awwal, Lahore, Maktaba Hasan Sabeel Limited, 1974, P. 41
4. Dr. Abdul Waheed, Mu'allif Urdu Encyclopedia, Lahore, Ferozsons, 1962, P. 454
5. The Oxford English Dictionary, Vol-II, by Johnson, Britain University Press Oxford, 1933, P. 226
6. Encyclopedia Americana, Vol-27, 1829, P. 12
7. Dr. Mirza Hameed Baig, Maghrib se Nasri Tarajim, Islamabad, Muqtadra Qaumi Zaban, 1998, P. 5
8. Dr. Atash Durrani, Fun-e-Tarjuma: Usool-o-Mabadi (Tarjumay ke Fanni Usoolon ka Bayan), Mashmoola: "Muntakhabat Akhbar," Urdu, Murattib Dr. Muin-ud-Din Aqeel, Islamabad, Muqtadra Qaumi Zaban, 1985, P. 3–4
9. Hasan-ud-Din Ahmad, Fun-e-Tarjuma, Mashmoola: Fun-e-Tarjuma Kari, Murattib Safdar Rasheed, Islamabad, Poorab Academy, 2015, P. 74
10. Dr. Fakhira Noreen, Tarjuma Kari, Islamabad, Idara Tahqiqat-e-Urdu, 2014, P. 16
11. Khalid Iqbal, Tarjuma — Usool-o-Mabadiyat (Tehqeeqi Mutalea), Multan, Jhuk Publishers, 2013, P. 13
12. Hasan-ud-Din Ahmad, Fun-e-Tarjuma, Mashmoola: Fun-e-Tarjuma Kari, Murattib Safdar Rasheed, Islamabad, Poorab Academy, 2015, P. 78–79
13. Dr. Rasheed Amjad, Tarjume ka Fun, Mashmoola: Ravayye aur Pehchanein, Lahore, Maqbool Academy, 1988, P. 23
14. Hasan-ud-Din Ahmad, Fun-e-Tarjuma, Mashmoola: Fun-e-Tarjuma Kari, Murattib Safdar Rasheed, Islamabad, Poorab Academy, 2015, P. 79

15. Dr. Fakhira Noreen, Tarjuma Kari, Islamabad, Idara Tahqiqat-e-Urdu, 2013, P. 18
16. Professor Jilani Kamran, Tarjuma Riwayat aur Fun, P. 23
17. Anees Naqi, Tarjumay ki Zaroorat, Mashmoola: Tarjuma Riwayat aur Fun, P. 30
18. Kubra Parveen, Maqala baraye M.Phil Urdu: “Ghulam Abbas ke Afsanon ke Angrezi Tarajim Tehqeeqi wa Tanqeedi Mutalea,” Nigran Dr. Iftikhar Baig, Islamabad, Shoba-e-Urdu, Allama Iqbal Open University, 2014, P. 4
19. Arifa Iqbal, Maqala baraye M.Phil Urdu: “Kalam-e-Faiz ke Angrezi Tarjuma — Tehqeeqi wa Tanqeedi Mutalea,” Nigran Dr. Muhammad Khaliq Noori, Islamabad, Shoba-e-Urdu, Allama Iqbal Open University, 2003, P. 5
20. Dr. Muhammad Iqbal, Dibacha-e-Payam-e-Mashriq, Kulliyat-e-Iqbal (Farsi), Jild Awwal, Lahore, Sheikh Ghulam Ali and Sons (Private Limited), 1992, P. 382
21. Dr. Fakhira Noreen, Tarjuma Kari, Islamabad, Idara Tahqiqat-e-Urdu, 2014, P. 117